وحدتِ ادیان کا نظریہ اور اسلام

از جناب ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی۔پی۔ایچ۔ڈی،
پروفیسر دینیات سنّی تھیالوجی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

(قسط نمبر ۲)

وحدتِ ادیان کے تصور کی حقیقت

اب تک ہم نے جو کچھ بیان کیا وہ یہ تھا کہ وحدتِ ادیان کا یہ تصور کہ تمام مذاہب عالم یکساں طور پر حق ہیں اور ان کے اختلافات سطحی اور غیر حقیقی ایک باطل تصور ہے اور انسانیت کے لیے تباہ کن۔ اب ہم یہ بتائیں گے کہ یہ تصور اپنی صحیح شکل میں کیا ہے اور ادیان و مذاہب کی وحدت کا کیا مطلب ہے؟

مذاہب عالم کے مشترک عناصر اگر ہم مذاہب عالم کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ بعض ایسے عناصر ہیں جو مشترک طور پر سارے مذہبوں میں نہ صرف پائے جاتے رہے ہیں بلکہ جو ان کی بنیاد رہے ہیں اور اپنے غیر منقطع تاریخی تسلسل کی بنا پر عالم انسانیت کا مشترکہ سرمایہ بن چکے ہیں۔ یہ عناصر اگرچہ مذاہب کے بنیادی اصولوں کی حیثیت سے تاریخ کی ابتداء سے شروع ہو کر اس کے ہر دور میں موجود رہے ہیں تاہم یہ ضرور ہے کہ مختلف انسانی محرکات وعوامل کی بنا پر کبھی ان کی لو نہایت تیز ہوگئی ہے اور کبھی مدھم۔ اس کے ساتھ ان کے ظاہری اثرات و نتائج کی شدت بھی اسی تناسب سے کم زیادہ ہوتی رہی ہے۔ یہ بنیادی عناصر یا اصول حسب ذیل ہیں:

۱۔ انسان مادّہ کے علاوہ ایک ربط ماوراء مادہ سے رکھتا ہے

ہر مذہب نے کسی نہ کسی شکل میں اس امر کا اثبات کیا ہے کہ انسان صرف اس ظاہری مادی وجود سے عبارت نہیں ہے بلکہ اس کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ اور بھی ہے۔ ماوراء مادہ سے اس کا بنیادی ربط ہے۔ انسانی زندگی سے اس ماورائی ربط کا کبھی انقطاع نہیں ہوتا۔ حیاتِ انسانی اپنی ابتدا میں، دورانِ حیات دنیوی اور اس زندگی کے بعد بھی ماوراء مادہ سے مسلسل ربط رکھتی ہے۔

اس حقیقت کا ادراک کہ انسانی وجود صرف ایک مادی وجود کا نام نہیں بلکہ اس کا انسان ہونا اس کے ماوراء مادہ ربط پر موقوف ہے انسان کے اس اخلاقی شعور کو جنم دیتا ہے جو اسے ہر مادی وجود، جمادات، نباتات اور حیوانات سے نوعی طور پر ممتاز کر کے اسے علیحدہ مخلوق قرار دیتا ہے۔ اس اخلاقی شعور کے مضمرات یہ ہیں کہ انسان اور غیر انسان میں بنیادی اصولی اور نوعی فرق ہے۔ انسان اشرف مخلوقات ہے۔ عالمگیر انسانی اخوت اور مساوات کے تصورات اسی اخلاقی شعور کی کامل تربیت کا براہ راست نتیجہ ہیں۔

انسان کے ماوراء مادہ ربط کا کامل ظہور خدا کے عقیدے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور نہ صرف وجود خداوندی کے اعتراف بلکہ وحدتِ الٰہ اور توحید خداوندی کے اقرار کی شکل میں۔ عالمگیر انسانی اخوت و مساوات جو انسان کے اخلاقی شعور کی تربیت کا نتیجہ ہیں ان کی بقا اور قیام توحید کے نظریے کے بغیر ناممکن ہے۔ اس کے ساتھ انسان کا اپنے اعمال خیر و شر کے لیے ذمہ دار ہونا بھی اس کے اخلاقی شعور کا تقاضا ہے۔ ان سب امور کو ایک ساتھ سامنے رکھ کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ انسان کے اخلاقی شعور کے کمل امکانات، اس کا اپنے افعال کے لیے ذمہ دار ہونا، انسانی شرف، اخوت اور مساوات کے ادارے یہ سب اپنے قیام و بقا کے لیے ایک خدا کے عقیدے کے محتاج ہیں، چنانچہ ہر مذہب اس ماوراء مادہ حقیقت سے شدید ترین ربط کی تلقین کرتا رہا ہے جس پر انسانی امکانات کی کامل ترین نشو و نما منحصر ہے اور اگر کسی مذہب نے یہ خلا باقی رکھا بھی تو فطرت انسانی نے اس پر قناعت نہ کرتے ہوئے اسے دیگر ذرائع سے پُر کر لیا۔

(مثال کے طور پر بدھ مت میں پایا جانے والا یہ خلا خود بدھ جی کی پرستش سے پُر کیا گیا۔ یہ مذہب گویا اس طرح بغیر خدا کے کسی مذہب کو چلانے کا ایک ناکام تجربہ ثابت ہوا۔) توحید اور ہستی خدا وندی سے ربط یہ چیز ابتدائے تاریخ انسانی سے مذہب کے بنیادی عنصر کی حیثیت سے موجود رہی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اس کے نقش و نگار کبھی دھندلے اور ماند پڑ گئے اور کبھی پوری تابانی کے ساتھ جلوہ فگن رہے۔

۲۔ پاکیزگی | روحانی اور جسمانی پاکیزگی کا احساس اور اس کا حصول یہ ہر مذہب میں اساسی طور پر شامل رہا ہے۔ اس احساس پاکیزگی کو انسان میں پیدا کرنا، اسے ترقی دینا اور کمال تک پہنچانا ہر مذہب کا مطمح نظر رہا ہے۔ یہ احساس پاکیزگی داخلی طور پر انسان کو ہر گندے اور باطل تصور، فکر، جذبے اور ارادے سے اور خارجی طور پر ہر ناپاک اور غلط عمل سے باز رکھتا ہے۔ انسانی زندگی طیبات سے آراستہ اور خبائث سے پاک اسی کی بدولت ہوتی ہے۔ ماورار مادہ سے انتہائی ربط، انسانی اخلاقی شعور کی مکمل بیداری، خیر سے اتصاف اور شر سے انحراف اسی احساس پاکیزگی کی تکمیل کے بغیر متصور نہیں۔

۳۔ توازن و عدل | انسانی زندگی میں عدل و توازن پیدا کرنا اور اسے قائم و باقی رکھنا بھی ان مشترک اصولوں میں سے ایک ہے۔ اس کی ابتدا فرد کے داخلی شعور سے ہوتی ہے اور اس کے کمال کا اظہار فرد و معاشرے کے تعلقات، انسان اور غیر انسان، نیز ماورار مادہ سے روابط میں ہوتا ہے۔ توازن و اعتدال کے اس احساس اور انصاف کے اس ارادے کو نفس انسانی میں جاگزیں کرنا ہر مذہب کا مطمح نظر رہا ہے۔ اس کے بغیر مذہبی زندگی کی تکمیل کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ فرد کے داخلی احساسات و جذبات کی کشمکش باہم ہو یا عقل و خرد کے تقاضوں اور جذبات کی زور آزمائی یا فرد و معاشرے کی پنجہ آزمائی، ان مختلف سمتوں میں کھینچنے والی متخالف قوتوں میں عدل و توازن کا قیام مذہب کا خاص فریضہ رہا ہے۔

۴۔ مادیت پر روحانیت کا غلبہ | انسانی وجود کو صرف مادی وجود تسلیم نہ کرتے ہوئے تمام

ایک غیر مادی عنصر کا اثبات اور اس ماورائے مادہ عنصر کو مادے کی فرماں روائی سے نجات دلانے کی کوشش بھی ہر مذہب کا نصب العین رہی ہے۔ یہ اصول ان تمام مذہبی اخلاق کو جنم دیتا ہے جن کا حصول مادیت کے غلبہ اور اس کے زور کو توڑنے پر منحصر ہے۔ ایثار، سخاوت، توکل، صبر، مال، جاہ اور عزت و جاہ کی محبت کو مضمحل کر کے محبت خداوندی کو قلب انسانی میں پیوست کرنا یہ سارے اخلاق اسی کا نتیجہ ہیں۔ مزید برآں یہ اصول انسانی زندگی کو معنویت عطا کرتا ہے اور اس کا مقصد متعین کرتا ہے۔ روحانی ترقیات کے سارے تصورات نیز جزا و سزا کے بارے میں خیالات اسی اصول سے متفرع ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا چہارگانہ اصول یا عناصر اربعہ وہ ہیں جو ہر مذہب کا اولین مقصد رہے ہیں۔ جن کی تجدید، تائید اور درجہ بدرجہ تکمیل کے لیے بانیان مذاہب آتے رہے ہیں۔ ہر مذہب کی بنیادی عمارت انھیں اصولوں پر اٹھی ہے۔ انبیاء کی دعوت کے مرکزی نقاط یہی رہے ہیں۔ مذاہب کی غیر منقطع تاریخی جہد مسلسل نے انھیں بالآخر تمام انسانیت کا مشترکہ ورثہ بنادیا ہے۔ اور یہ عالم انسانیت کا کلمۂ سواء بن چکے ہیں۔ کسی خاص فرد، گروہ قوم یا ملک کی ملکیت نہیں۔ اصول اربعہ کا یہ آمیزہ سارے مذاہب عالم کا نقطۂ وصال ہے اور یہ وہ رشتہ ہے جو سب کو ایک لڑی میں پروتا ہے۔ وحدتِ ادیان کا صحیح مطلب اور حقیقی تصور یہی ہے۔

صرف اسلام دینِ حق ہے

جیسا بتایا گیا ہر مذہب ان بنیادی حقائق کو لے کر آیا اور جو مذہب بھی انھیں لے کر آیا وہ حق محض تھا۔ وہ چاہے کسی ملک و قوم اور زمانے میں آیا ہو۔ اس کا نام اسلام ہی تھا جس کا ماحصل یہی تھا کہ سب سے بڑی ماورائی حقیقت یعنی خدائے واحد سے شدید ترین رابطہ کے نتیجہ میں انسانی اخلاقی شعور کی بیداری، روحانی و جسمانی پاکیزگی کا حصول، توازن و اعتدال کے تقاضوں کا لحاظ اور مادیت کے غلبہ سے نفس انسانی کو نجات دلانا نیز اس دور کے احوال ظروف کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان سب کی امکانی حد تک تکمیل لیکن ساتھ ہی ان اصول کو پیش نظر

رکھنا ضروری ہے کہ:-

۱- یہ اصول و حقائق اپنی انتہائی مکمل شکل میں انسان کو ایک دم نہیں دیے گئے بلکہ ان اصولوں کا ایک مسلسل سفر سادگی سے پیچیدگی و پرکاری کی طرف رہا ہے۔ انسان جیسے جیسے ہر اعتبار سے ترقی کرتا گیا اسے یہی اصول کامل سے کامل ترین شکل میں بار بار دیے جاتے رہے، چنانچہ مذہبی ارتقاء کا ہر بعد کا مرحلہ پہلے مرحلے سے کامل تر ہوتا چلا گیا۔ اور پہلا مرحلہ ان اصولوں کے مظہر کے بجائے صرف ایک تاریخی دلچسپی کی چیز بنتا چلا گیا۔

۲- ان اصولوں کے بارے میں مجموعی انسانی رویہ یہ رہا کہ جہاں وہ بحیثیت مجموعی ان سے آہستہ آہستہ متاثر ہوتا رہا وہاں خود ان اصولوں میں مختلف مصالح کے پیش نظر رد و بدل، ترمیم و تنسیخ، اضافہ و کمی کا انسانی عمل بھی مسلسل جاری رہا جس کے نتیجے میں اصل مذہب میں اس طرح کے تغیرات ہو گئے کہ بعض اوقات ان اصولوں کی شکل مسخ ہو گئی اور بعض مرتبہ ان کے مقابلے پر نئے اصول وضع کر لیے گئے۔ لیکن مذاہب کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ ایسی ہستیاں ہر زمانے میں اٹھتی رہیں جو ان اصولوں کو ان کی اصلی، نکھری ہوئی اور بہتر سے بہتر شکل میں پیش کرتی رہیں۔ یہ ہے دین حق کا وہ غیر منقطع تسلسل جو تاریخ میں پوری آن بان سے جاری رہا۔ ہر دور میں صرف یہی دین، دین حق تھا اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی تھا وہ انسانی مخترعات اور ذہن انسانی کی کج رویاں۔

قرآن کا ایک طرف یہ دعویٰ ہے کہ اس نے ان اصولوں کو ان کی حقیقی کامل ترین شکل میں پیش کر دیا اور اس طرح وہ اپنے آپ کو دین حق کے اس ارتقائی عمل کا نقطۂ عروج کہتا ہے جو تاریخ مذاہب میں ابتدائے آفرینش انسانی سے بغیر کسی انقطاع کے مسلسل ہو رہا تھا اور اپنے آپ کو ان اصول اربعہ کا وارث اور کامل ترین مظہر کہتا ہے جو کل انسانیت کا مشترکہ ورثہ ہیں۔ اور اس طرح اپنا مخاطب ہر انسان کو بناتا ہے اور بلا لحاظ کسی اختلاف کے اسی مشترک ورثے کی طرف اسے دعوت دیتا ہے۔ دوسری طرف قرآن کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ

اس کے پیش کردہ دین کے علاوہ روئے زمین پر اب کوئی ایسا مذہب نہیں جو ان اصولوں کو ان کی اصل اور کامل ترین شکل میں اپنے اندر محفوظ رکھتا ہو۔ اس دعویٰ کے ثبوت میں وہ اس امر کو پیش کرتا ہے کہ کوئی ایسا مذہب موجود نہیں جس میں ان اصولوں سے جو انسان کی مذہبی تاریخ کا مشترک اور عزیز ترین سرمایہ ہیں، ٹکرانے والے، متضاد و متناقض نظریات، عقائد و اخلاق، اعمال اور ادارے نہ پائے جاتے ہوں۔ اور ان کا وجود ہی اس بات کا قطعی اور یقینی ثبوت ہے کہ انہیں انسانیت کے مشترک مذہبی ورثے میں خارجی اور بے میل عناصر کے طور پر زبردستی ٹھونس دیا گیا ہے۔ قرآن کا دعویٰ ہے کہ صرف وہ تعلیمات جو اس نے اسلام کے نام سے پیش کی ہیں ان تضادات و تناقضات سے پاک ہیں، چنانچہ یہی تعلیمات ہیں جو دین حق کا تسلسل، پوری انسانی مذہبی زندگی کا خلاصہ اور اس کا جوہر اور انسانیت کا مشترک سرمایہ ہیں۔ نتیجۃً صرف یہی حق ہیں اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ اس مشترک انسانی ورثے کا حریف، اس کا مدمقابل اور نتیجتاً باطل ہے۔ صرف اسلام کل انسانیت کا دین ہے، چنانچہ یہی مطلب ہے اس کا کہ 'دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے'، 'جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا اسے قبول نہ کیا جائے گا'؛ اسی کا غلبہ مقصود حق ہے' 'اس کی وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ وہ اسے ہر دین پر غالب کر دے'۔

اس نکتے کی وضاحت | اس نکتے کی وضاحت ہم چند مثالوں کے ذریعہ کریں گے:۔

ہمارے سامنے اس کی نمایاں ترین مثال شرک کی صورت میں آتی ہے۔ پروردگار عالم کے بجائے یا اس کے ساتھ ساتھ کائنات کے بعض مظاہر یا اشیاء کو خواہ وہ جانور ہو یا پتھر، یا انسان یا کوئی اور مخلوق، عقیدت و عبادت کا مرکز بنانا ایک ایسی چیز ہے جو شرافت انسانی پر براہ راست ضرب ہے۔ انسان اس کائنات کا خدا کے بعد مالک و فرماں روا ہے، شرک اس کو اس عظمت و شرافت سے محروم کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ ادارہ براہ راست ان اصول اربعہ سے متصادم ہے جو انسانیت کا کلمۂ سواء ہیں اور اس کا مشترک اور متفق علیہ سرمایہ۔

کسی کو یہ بات کہنے میں باک نہیں ہوسکتا کہ یہ ایک ایسا خارجی اور ناقابل ادارہ ہے جو زبردستی مذہب میں ٹھونس دیا گیا۔ آج کوئی انسان کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو اس بات کی جرأت نہیں کرتا کہ شرک کی براہ راست وکالت کرے۔ اس طرح درا صل وہ اپنے مشترک تاریخی مذہبی ورثے سے اس کے متناقض و متضاد ہونے کی بنا پر اسے رد کرتا ہے۔

ذات پات، نسل اور رنگ کی بنا پر صالح و غیر صالح کی تفریق کرنا اخوت و مساوات انسانی کے مشترک انسانی ورثے کی کلیتہً نفی کرتا ہے اور انسانی افعال کو خیر و شر کی ذمہ داری سے عاری قرار دیتا ہے۔ اسی طرح تناسخ کا نظریہ انسان اور غیر انسان کے اس جوہری فرق کو مٹاتا ہے جو انسانی شرافت کی بنیاد ہے۔ اور جو اسے اخلاقی شعور بخشتا ہے۔ تثلیث کا عقیدہ جسے توحید کے بدل کے طور پر مذہب میں داخل کر دیا گیا، انسانی شرافت اور اخوت کے بنیادی اصول کی تردید کرتا ہے۔ یہ تصور کہ کسی ہستی نے تمام انسانیت کی طرف سے اس کی تمام لغزشوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے اور وہ عالم کا نجات دہندہ (Saviour) ہے اس اصول کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے کہ انسان اپنے اعمال خیر و شر کا ذمہ دار ہے۔ رہبانیت اور جوگ اور نفس کشی کے ادارے انسانی زندگی کو توازن سے محروم کر دیتے ہیں۔ خدا کا قائل نہ ہونا (جو بدھ مت کی خصوصیت ہے) انسان کے اخلاقی شعور نیز اس کے ماورا، مادۂ وجود کو بے معنیٰ قرار دیتا ہے۔ روحانی اخلاقی یا جسمانی نجاستوں اور خباثتوں کو مذہبی زندگی کا جزو سمجھنا یا کم از کم ان سے پرہیز کو ضروری نہ سمجھنا یہ بات احساس پاکیزگی کے اصول کو ملیا میٹ کر دیتی ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مذہبی زندگی کے یہ سارے عناصر مذکورہ بالا اصول اربعہ میں سے کسی نہ کسی اصول یا اس کے براہ راست تقاضوں سے متصادم ہیں اور نتیجہ کے طور پر مشترک انسانی مذہبی ورثے سے خارج اور باطل ہیں۔ بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب وہ خارجی اور بے میل عناصر ہیں جو زبردستی مذاہب میں ٹھونس دیے گئے ہیں۔

اسلام میں ختم نبوت اسی کا نام ہے کہ قرآنی تعلیمات کے علاوہ، جو اس مشترک انسانی

مذہبی ورثے کا بہترین اور کامل ترین مظہر ہے، ہر مذہبی تعلیم کا جو اس سے پہلے کی ہو یا بعد کی، ان اصولوں کی صراطِ مستقیم سے ہٹی ہوئی ہے اور اسے کسی قیمت پر انسان کے اس مشترک اور متفق علیہ مذہبی ورثے میں شامل نہیں کیا جا سکتا، اپنی کامل ترین اور واضح ترین شکل میں یہ صرف قرآنی تعلیم میں ملے گی جس کا نام اسلام ہے۔ اب مذہب و دین صرف یہی ہے باقی سب مذاہب انسانی مذہبی تاریخ کی کج رویاں (Deviations) ہیں۔ یہ بات صرف دو مثالوں ہی سے واضح ہو سکتی ہے یعنی توحید اور انسانی اعمال کی ذمہ داری اور جزا و سزا کا تصور۔ اسلام کے بعد پیدا ہونے والے مذاہب کو اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ توحید کی جو کامل اور واضح ترین شکل قرآن نے دی اس میں ان بعد میں پیدا ہونے والے مذاہب نے بعض ناپسندیدہ تبدیلیاں کر کے تو اپنایا مگر اس سے بہتر یا کامل تر تصور کے طور پر کچھ پیش نہیں کیا، بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ یہ سب اسی تصور کے دھندلے نقوش اور عکس ہیں اور یہ جس قدر اصل سے قریب ہیں اتنے ہی حق سے زیادہ قریب ہیں اور جتنے اس سے دور ہیں اتنے ہی حق سے دور ہیں۔ (ختم شد)

اردو ادب کی تاریخ، (حصہ اوّل نظم)

اردو زبان و ادب کی تاریخ اور ارتقاء پر ایک بلند اور معیاری کتاب۔
۱۵۰۰ ق۔م سے لے کر دورِ حاضر تک تمام لسانی، فکری اور ادبی تحریکوں کا جائزہ، اور اُن ادوار کے تقریباً دو سو نمائندہ شاعروں کی تخلیقات پر تنقید و تبصرہ مع نمونۂ کلام، کتابت و طباعت پاکیزہ۔ دیدہ زیب ٹائٹل صفحات ۴۴۸۔
قیمت -/۱۴۶ روپے

پتہ: مکتبہ برہان، اردو بازار جامع مسجد، دہلی ۶